OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 9, Issue 1 (January-March 2026)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق تحدیدِ حق مہر کی روایت: سند اور متن کا تحقیقی مطالعہ

The Tradition of Determining the Right of Dower Related to *Hazrat 'Umar*: A Study of The Chain of Transmission and Text

Hafiz Muhammad Ramzan
Doctoral Candidate, Islamic Studies, University of Sialkot
Email: hafiz54604@gmail.com
Dr. Raja Muhammad Zareef
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Sialkot
Email: Dr.zareefkhan@uskt.edu.pk

Abstract

This research article critically examines the well-known narration attributed to **Hazrat Umar bin Khattab** (RA) regarding the limitation of **mahr** (**dower**). Certain groups have used this report to question his juristic understanding; therefore, this study focuses on evaluating the authenticity of the narration through a detailed analysis of its **chain of transmission** (**sanad**) and **textual content** (**matan**). By reviewing the opinions of classical scholars of hadith and examining the reliability of the narrators, the study demonstrates that the narration suffers from weaknesses such as **disconnection in the chain and unreliable transmitters**, which render it academically questionable. The article further clarifies the scholarly responses to the objections raised on the basis of this report and highlights that such weak narrations cannot be used to cast doubt on the personality and juristic authority of **Hazrat Umar** (RA). Ultimately, the study contributes to a clearer understanding of the issue by presenting a balanced scholarly evaluation of the narration.

CC BY

Keywords: Umar Bin Khattab (RA), Question, Limiting, Dower (Mahr) Comprehensive, Sanad, Matan, Based, Study

تعارفِ موضوع: Introduction :

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسلامی تاریخ و سیرت کے بنیادی کردار ہیں جن کی شخصیت، کردار اور عملی نمونہ حدودِ شرع کے فہم اور عملی اطلاق کے لیے اولین شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کے بارے میں منقول روایات نہ صرف علمی و اعتقادی اثرات رکھتی ہیں بلکہ امت کے مجموعی فکری تشکیل پر بھی گہرے نقوش مرتب کرتی ہیں۔ انہی روایات میں سے ایک مشہور مگر محلِ نظر روایت کو { وَاٰتُوا النِّسَاۗءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْۗـــًٔا مَّرِيْۗـــــًٔا}[1] (اور عورتوں کو ان کے مَہر خوش دلی سے ادا کیا کرو، پھر اگر وہ اس (مَہر) میں سے کچھ تمہارے لئے اپنی خوشی سے چھوڑ دیں تو تب اسے (اپنے لئے) ساز گار اور خوشگوار سمجھ کر کھاؤ) اور { وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَـيْـــًٔـا ۭ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُھْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا}[2] (اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تب بھی اس میں سے کچھ واپس مت لو، کیا تم ناحق الزام اور صریح گناہ کے ذریعے وہ مال (واپس) لینا چاہتے ہو) جیسے الفاظ کے ذریعے حق مہر کو عورت کی ملکیتِ تامہ قرار دیا۔ مذکورہ آیات کی تفسیر و توضیح میں یہ "روایت بیان کی جاتی ہے جو کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حق مہر کی تحدید کے حوالے سے ہے اور اس روایت" کو موضوع بنا کر آپ رضی اللہ عنہ کی فقہی بصیرت پر ایک ایک گروہ (اہلِ تشیعہ) کی طرف سے طعن کیا جاتا ہے۔ یہ بات پیشِ نظر رہے کہ اس ریسرچ آرٹیکل میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے فقہی مسائل کے بارے آراء کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ جو راویت پیش کی جاتی ہے اس کا سند کے اعتبار سے جائزہ لینا مقصود ہے۔ اس روایت کو متعدد کتبِ حدیث اور کتبِ تفسیر میں بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ سنن الکبریٰ للبیہقی میں لکھا ہے:

أَخْبَرَنَا أَبُو حَازِمٍ الْحَافِظُ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ : مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَمْزَةَ الْهَرَوِىُّ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ نَجْدَةَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا مُجَالِدٌ عَنِ الشَّعْبِىِّ قَالَ : خَطَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللَّهُ عَنْهُ النَّاسَ فَحَمِدَ اللَّهَ تَعَالَى وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَقَالَ : أَلاَ لاَ تُغَالُوا فِى صَدَاقِ النِّسَاءِ فَإِنَّهُ لاَ يَبْلُغُنِى عَنْ أَحَدٍ سَاقَ أَكْثَرَ مِنْ شَىْءٍ سَاقَهُ رَسُولُ اللَّهِ -ﷺ- أَوْ سِيقَ إِلَيْهِ إِلاَّ جَعَلْتُ فَضْلَ ذَلِكَ فِى بَيْتِ الْمَالِ ـ ثُمَّ نَزَلَ فَعَرَضَتْ لَهُ امْرَأَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالَتْ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَكِتَابُ اللَّهِ تَعَالَى أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَوْ قَوْلُكَ قَالَ : بَلْ كِتَابُ اللَّهِ تَعَالَى فَمَا ذَاكَ؟ فَقَالَتْ : نَهَيْتَ النَّاسَ آنِفًا أَنْ يُغَالُوا فِى صَدَاقِ النِّسَاءِ وَاللَّهُ تَعَالَى يَقُولُ فِى كِتَابِهِ { وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلاَ تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا } فَقَالَ عُمَرُ رَضِىَ اللَّهُ عَنْهُ : كُلُّ أَحَدٍ أَفْقَهُ مِنْ عُمَرَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلاَثًا ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ لِلنَّاسِ : إِنِّى كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ أَنْ تُغَالُوا فِى صَدَاقِ النِّسَاءِ أَلاَ فَلْيَفْعَلْ رَجُلٌ فِى مَالِهِ مَا بَدَا لَهُ ـ هَذَا مُنْقَطِعٌ [3]ـ

(شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: عورتوں کے حق مہر زیادہ نہ دو۔ اگر مجھے پتہ چلا کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حق مہر ادا کیا ہے، اس کو دیا گیا تو وہ زائد مال بیت المال میں جمع کرا دوں گا۔ پھر منبر سے نیچے آئے تو ایک قریشی عورت نے کہا: اے امیر المومنین! کیا کتاب اللہ کی پیروی زیادہ حق رکھتی ہے یا آپ کا قول؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اللہ کی کتاب، لیکن ہوا کیا؟ کہنے لگی: آپ نے ابھی لوگوں کو عورتوں کے حق مہر زیادہ اپنے سے منع فرمایا جب کہ اللہ کی کتاب میں ہے:{وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىھُنَّ قِنْطَارًا }۔ حضرت

عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ہر ایک عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ ہے دو یا تین مرتبہ فرمایا۔ پھر منبر کی جانب آئے اور لوگوں سے فرمانے لگے: میں نے تمہیں زیادہ حق مہر دینے سے منع کیا تھا، لیکن مرد اپنے مال میں سے جتنا دینا چاہے اس کی مرضی ہے۔)۔ اس روایت کو اہلِ تشیعہ نے اس کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر مطعون کرنے کے لئے استعمال کیا۔ جیسا کہ روح المعانی میں لکھا ہے:

"وطعن الشيعة بهذا الخبر على عمر رضي الله تعالى عنه لجهله بهذه المسألة وإلزام امرأة له وقالوا: إن الجهل مناف للإمامة"[4]

(اور شیعہ اس حدیث پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اس مسئلہ کا بھی علم نہیں تھا تو وہ خلافت کے اہل کس طرح ہو سکتے ہیں)۔

یہ روایت درج بالا کتاب کے علاوہ بھی متعدد کتبِ[5] تفسیر و حدیث میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

اہمیت و ضرورت:Significance Study :

موجودہ دور جو کہ ایک فتنہ پروری کی لہر لئے گزر رہا ہے، اسلامی تشخص کے ساتھ جڑے ہوئے اقوال و معاملات میں "فی قلوبھم مرض" والے لوگ اپنی مذموم حرکتوں سے باز نہیں آتے۔ ان لوگوں نے جدھر جدھر منہ ماری کی وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی ذاتیں بھی ان سے محفوظ نہ رہیں۔ کسی نہ کسی بات کو بنیاد بنا کر انہوں نے اپنی منافرت کا زہر ضرور اگلا۔ خلفائے ثلاثہ میں سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ذات پر بھی ایک لایعنی سا اور بُودہ سا اعتراض کھڑا کر کے امتِ مسلمہ کے پاک طینت لوگوں کے بارے میں پراگندہ کرنے کی جسارت کرتے آرہے ہیں۔ زیرِ تحقیق روایت میں جو طعن کیا جاتا ہے اس روایت کا سند اور متن کے حوالے سے مطالعہ کیا جائے اور اصل حقائق کو سامنے رکھ کر سیرتِ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو آئینہ ضو کیا جائے۔

اس موضوع پر ہر چند کہ کتابیات اور رسائل و جرائد میں لکھا گیا ہے۔ مگر تحقیقی سطح پر اس موضوع پر کام اردو زبان و ادب میں اعلیٰ علمی سطح پر نہیں کیا گیا۔ جو قلم کشائی ہوئی ہے اس میں "قصص لاتثبت"[6] جو کہ عربی زبان میں ہے اس میں انتہائی اختصار کے ساتھ ایک قصہ کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ " منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية"[7] میں عربی زبان میں لکھا گیا ہے۔

جہاں تک منہج و اسلوب کا تعلق ہے تو اس بات کو واضح کیا گیا ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ پر کے گئے طعن کا رد کیا گیا ہے جس میں روایت کی سنداً اور متناً جانچ پڑتال کی گئی ہے، اور پھر اس کے بعد التزامی جوابات دیئے گئے ہیں۔ اسلوب بیانیہ اور تجزیاتی اپنایا گیا ہے۔ ابواب بندی کو نثری صورت میں اجمالی مضمون کے تحت بیان کر دیا گیا ہے۔ نتائج و سفارشات اور مصادر و مراجع آخر میں ذکر کر دیئے گئے ہیں۔

روایت کا سندی اعتبار سے جائزہ:

روایت:

أَخْبَرَنَا أَبُو حَازِمٍ الْحَافِظُ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ : مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَمْزَةَ الْهَرَوِىُّ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ نَجْدَةَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا مُجَالِدٌ عَنِ الشَّعْبِىِّ قَالَ : خَطَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللَّهُ عَنْهُ النَّاسَ فَحَمِدَ اللَّهَ تَعَالَى وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَقَالَ : أَلاَ لاَ تُغَالُوا فِى صَدَاقِ النِّسَاءِ فَإِنَّهُ لاَ يَبْلُغُنِى عَنْ أَحَدٍ سَاقَ أَكْثَرَ مِنْ شَىْءٍ سَاقَهُ رَسُولُ اللَّهِ -ﷺ- أَوْ سِيقَ إِلَيْهِ إِلاَّ جَعَلْتُ فَضْلَ ذَلِكَ فِى بَيْتِ الْمَالِ ـ ثُمَّ نَزَلَ فَعَرَضَتْ لَهُ امْرَأَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالَتْ : يَا أَمِيرَ

الْمُؤْمِنِينَ أَكِتَابُ اللَّهِ تَعَالَى أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَوْ قَوْلُكَ قَالَ : بَلْ كِتَابُ اللَّهِ تَعَالَى فَمَا ذَاكَ؟ فَقَالَتْ : نَهَيْتَ النَّاسَ آنِفًا أَنْ يُغَالُوا فِي صَدَاقِ النِّسَاءِ وَاللَّهُ تَعَالَى يَقُولُ فِي كِتَابِهِ { وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلاَ تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا } فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : كُلُّ أَحَدٍ أَفْقَهُ مِنْ عُمَرَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلاَثًا ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ لِلنَّاسِ : إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ أَنْ تُغَالُوا فِي صَدَاقِ النِّسَاءِ أَلاَ فَلْيَفْعَلْ رَجُلٌ فِي مَالِهِ مَا بَدَا لَهُ ـ ہٰذَا مُنْقَطِعٌ۔

(شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: عورتوں کے حق مہر زیادہ نہ دو۔ اگر مجھے پتہ چلا کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حق مہر ادا کیا ہے، اس کو دیا گیا تو وہ زائد مال بیت المال میں جمع کرادوں گا۔ پھر منبر سے نیچے آئے تو ایک قریشی عورت نے کہا: اے امیر المومنین! کیا کتاب اللہ کی پیروی زیادہ حق رکھتی ہے یا آپ کا قول؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اللہ کی کتاب، لیکن ہوا کیا؟ کہنے لگی: آپ نے ابھی لوگوں کو عورتوں کے حق مہر زیادہ اپنے سے منع فرمایا جب کہ اللہ کی کتاب میں ہے: {وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰلهُنَّ قِنْطَارًا }۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ہر ایک عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ ہے دو یا تین مرتبہ فرمایا۔ پھر منبر کی جانب آئے اور لوگوں سے فرمانے لگے: میں نے تمہیں زیادہ حق مہر دینے سے منع کیا تھا، لیکن مرد اپنے مال میں سے جتنا دینا چاہے اس کی مرضی ہے۔)

دوسری روایت میں لفظاً تبدیلی مگر معنوی مماثلت ہے جیسا تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ:

"قال الحافظ ابو یعلی،حدثنا أبو خيثمة، حدثنا يعقوب بن إبراهيم، حدثنا أبي، عن ابن إسحاق، حدثني محمد بن عبد الرحمن، عن مجالد بن سعيد، عن الشعبي، عن مسروق قال: «ركب عمر بن الخطَّاب منبر رسول الله ثم قال: أيها الناس، ما إكثاركم في صداق النساء؟

قال الزبير بن بكار: حدثنی عمی مصعب بن عبدالله عن جدی، قال عمر بن خطاب: لا تزیدوا فی مهورالنساء وان كانت بنت ذی القصه۔یعنی یزید بن الحصین الحارثی۔ فمن زاد القيت الزیاده فی بيت المال۔ فقالت امراة من صفة النسآء طویلة،فی انفها فطس، ماذاک لک۔ال: ولم؟ قالت: ان الله قال:{وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰلهُنَّ قِنْطَارًا }۔فقال عمر: امراة اصابت ورجلِ اخطاء؟ ولهٰذا قال منكراً۔[8]

(حضرت ابویعلی نے روایت کی: ابو خُثیمہ نے ہمیں حدیث سنائی، یعقوب بن ابراہیم نے اپنے والد سے، ابنِ اسحاق نے محمد بن عبد الرحمٰن سے، انہوں نے مُجالد بن سعید سے، اور انہوں نے شعبی سے، شعبی نے مسروق سے روایت کی۔ مسروق کہتے ہیں۔ "حضرت عمر بن خطابؓ رسول اللہ ﷺ کے منبر پر چڑھے اور فرمایا: اے لوگو! یہ عورتوں کے مہر (حقِ مہر) میں تمہارا احد سے زیادہ بڑھ جانا کیا ہے؟

زبیر بن بکار کہتے ہیں: میرے چچا مصعب بن عبد اللہ نے اپنے دادا سے روایت کی کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: عورتوں کے مہر زیادہ نہ کرو، چاہے وہ ذی القصہ کی بیٹی ہی کیوں نہ ہو (یعنی یزید بن حصین حارثی کی بیٹی)۔ اگر کوئی زیادہ کرے گا تو میں وہ زیادتی بیت المال میں جمع کر دوں گا۔

یہ سن کر عورتوں کی صف میں سے ایک لمبی عورت، جس کی ناک کچھ پچکی ہوئی تھی، بولی: یہ آپ کا اختیار نہیں۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا: کیوں؟ اس عورت نے کہا: اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے: ا(ور اگر تم نے ان میں سے کسی کو ڈھیر سارا مال بھی دیا ہو).

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا: عورت نے درست کہا اور مرد نے غلطی کی۔

امام ابنِ کثیرؒ نے خود اس روایت کے بارے کہا کہ یہ روایت منکر ہے۔ اور منکر روایت کے بارے جملہ آئمہ حدیث کا اجماع ہے کہ یہ قابلِ قبول نہیں ہے۔ آگے چل کر منکر روایت کی تعریف اور حکم بیان کیا جائے گا۔

روایتِ شبہ:

قول عمر بن الخطَّاب رضي الله عنه: " أصابت امرأة وأخطأ عمر"

الشبهة: من مطاعن الشيعة في عمر بن الخطَّاب رضي الله عنه قولهم: إن عمر بن الخطَّاب لم يكن فقيهًا، لدرجة أنه حرم شيئًا فيه معارضة لكتاب الله، وهذا يدل على عدم فقهه، قال صالح الورداني[9]:ولو كان فقيهًا ما صعد المنبر ليتكلم في أمر فيخطئ وترده امرأة، فيقول: أصابت امرأة وأخطأ عمر. «

یہ اعتراض دراصل حضرت عمرؓ پر شیعہ حضرات کی طرف سے ایک مشہور شبہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عمرؓ فقیہ نہیں تھے، کیونکہ انہوں نے عورتوں کے مہر محدود کرنے کی بات کی، حالانکہ قرآن میں اس کی اجازت ہے، اور پھر ایک عورت نے انہیں ٹوکا تو انہوں نے کہا: "عورت نے درست کہا اور عمر نے قرآن نے حلال کی ہے۔ شیعہ حضرات حضرت عمر بن خطابؓ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ وہ فقیہ نہیں تھے۔ ان کے بقول عمرؓ نے ایسی چیز کو حرام قرار دیا جو قرآن کے خلاف تھی۔ صالح الوردانی کہتا ہے: "اگر عمرؓ فقیہ ہوتے تو منبر پر چڑھ کر ایسی بات نہ کرتے جس میں وہ غلطی کریں اور ایک عورت انہیں رد کرے، اور پھر وہ خود اعتراف کریں کہ عورت نے درست کہا اور عمر نے غلطی کی۔

شبہ کا رد:

نزار بن محمد عرعور لکھتے ہیں:

ولحديث لا يثبت سنداً ولا متناً[10]

لکھتے ہیں کہ یہ حدیث سند اور متن دونوں اعتبار سے کلام کی متحمل ہے۔ کیوں کہ اس کی سند میں انقطاع ہے۔ اور وہ انقطاع حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور شعبی کے درمیان ہے۔

حدیث منقطع کے بارے کی تعریف ہی یہ ہے کہ:

"ان المنقطع مالم يتصل اسناده على اى وجه كان انقطاعه وا كثر مالم يستعمل فى رواية من دون التابعى عن الصحابى كمالك عن ابن عمر"[11]

منقطع وہ حدیث ہے جس میں کسی وجہ سے بھی عدمِ اتصال ہو، اور اس کا اکثر اطلاق اس حدیث پر ہوتا ہے جس میں تابعی سے نیچے درجہ کا کوئی شخص صحابی سے روایت کرے مثلا امام مالک کی حضرت ابنِ عمر سے روایت ہو۔

مندرجہ بالا سند میں شعبی سے پہلے ایک مجہول راوی حذف ہے۔ اس لئے علماء کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے۔

امام بیہقیؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"ان روى هٰذه القصه عن اسنادها : هٰذا منقطع "[12]

امام بیہقی اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کی سند منقطع ہے۔

علامہ ابنِ جوزیؒ لکھتے ہیں:

قال ابن الجوزي : مجَالد بن سعيد بن عُمَيْر بن ذِي مران الهمذاني الْكُوفِي يروي عَن الشّعبِيّ وَقيس بن ابي حَازِم قَالَ أَحْمد لَيْسَ بِشَيْء وَقَالَ يحيع وَالنَّسَائِيّ وَالدَّارَقُطْنِيّ ضَعِيف وَقَالَ

يحيى مرّة لَا يحْتَج بحَديثه وَقَالَ مرّة صَالح وَقَالَ ابْن حبَان يقلب الْأَسَانِيد وَيرْفَع الْمَرَاسِيل لَا يجوز الِاحْتِجَاج بِهِ[13]

مجالد بن سعید بن عمیر بن ذی مران الہمدانی کوفی، شعبی سے اور قیس بن ابی حازم سے روایت کرتا ہے۔
امام احمد بن حنبل نے کہا: "یہ کچھ بھی نہیں ہے"۔
امام یحییٰ بن معین نے ایک مرتبہ کہا: "اس کی حدیث سے حجت نہیں لی جاتی"، اور دوسری مرتبہ کہا: "یہ صالح ہے"۔
امام نسائی اور دارقطنی نے کہا: "یہ ضعیف ہے"۔
امام ابن حبان نے کہا: "یہ اسناد کو الٹ دیتا ہے اور مرسل روایات کو مرفوع بنادیتا ہے، اس کی روایت سے حجت لینا جائز نہیں"۔
اب ہم دیکھیں گے کہ حدیثِ مرسل کیا ہے اور اس کا قبول ورد کے بارے حکم کیا ہے؟

حدیثِ مرسل کی تعریف:

حافظ ابنِ حجر لکھتے ہیں:
جس حدیث کی سند کے آخر میں تابعی کے بعد راوی (صحابی) کو حذف کر دیا جائے وہ مرسل ہے اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی کہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یا یہ کام کیا، یا آپ ﷺ کے سامنے یہ کام کیا گیا۔[14]

حدیثِ مرسل کے قبول ورد کے بارے میں مذاہبِ اربعہ:

کسی تابعی کی یہ عادت معروف ہو کہ وہ صرف ثقہ راوی کو چھوڑتا ہو تو جمہور محدثین پر بھی توقف کرتے ہیں کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ راوی اس کے نزدیک ثقہ ہو اور فی نفسہ ثقہ نہ ہو۔) امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے۔ فقہ مالکیہ، فقہا احناف اور امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ حدیث مرسل مطلق مقبول ہوتی ہے۔ اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی اور سند سے اس کی تائید ہو جائے تو وہ مقبول ہے ورنہ نہیں، خواہ وہ سند متصل ہو یا مرسل اور امام ابو بکر رازی حنفی اور امام ابو الولید باجی مالکی یہ کہتے ہیں کہ کہ اگر راوی ثقہ و غیر ثقہ دونوں کو چھوڑتا ہو تو اس کی حدیث اتفاقا اتفاقا مقبول نہیں ہے۔[15]

ابنِ جوزی پھر لکھتے ہیں:

قيس بن الرّبيع أبو محمّد الأسدي الكوفي يروي عن أبي حصين، وأبي إسحاق الهمداني. قال يحيى: ليس بشيء، وقال مرّة: ضعيف، وقال مرّة: لا يكتب حديثه، وقيل لأحمد: لِمَ ترك النَّاسُ حديثه؟ قال: كان يتشيع، وكان كثير الخطأ في الحديث، وروى أحاديث منكرة، وكان ابن المدينيّ ووكيع يضعفانه، وقال السّعديّ: ساقط، وقال الدّارقطنيّ: ضعيف الحديث، وقال النّسائيّ: متروك الحديث[16]

قیس بن الربیع ابو محمد الاسدی کوفی راوی ابو حصین اور ابو اسحاق الہمَدانی سے روایت کرتا ہے۔ یحیٰ بن معین کہتے ہیں کہ یہ فضول انسان ہے، مرہ کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے اور ساتھ ہی کہہ دیتے ہیں کہ اس کی حدیث نہیں لکھی جاتی۔ اور امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ اس سے لوگوں نے حدیث لینا کیوں ترک کر دی تو آپ نے فرمایا کہ اہلِ تشیع میں سے ہے اور حدیث کے معاملے میں اکثر غلطیاں کرتا ہے اور منکر روایات بیان کرتا ہے، ابنِ مدینی اور وکیع کہتے ہیں کہ یہ ضعیف راوی ہے۔ امام سعدی نے کہا ہے کہ یہ ساقط راوی ہے، امام دارقطنی نے اس کو ضعیف الحدیث کہا ہے۔ امام نسائی نے اس کو متروک الحدیث کہا ہے۔
اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ منکر روایت کیا ہوتی ہے اور اس کا حکم کیا ہے؟

منکر روایت کی تعریف:

منکر انکار کا اسم مفعول ہے اور انکار اقرار کی ضد ہے، جب راوی میں فحش غلطی، کثرتِ غفلت کرتا ہو یا اس کا فسق ظاہر ہو تو اس کی حدیث کو منکر کہتے ہیں، جیسا کہ ابنِ حجر لکھتے ہیں:۔

فمن فحش غلطه او كثرت غفلته او ظهر فسقه فحديثه منكر[17]

جو روایت میں سنگین غلطی کرتا ہو، یا بہت غفلت کرتا ہو یا اس کا فسق ظاہر ہو اس کی حدیث منکر ہے۔

حدیث منکر کا حکم:

نصب الرایہ میں لکھا ہے:

قال الزيلعي المخرج ؒ"ان من يقال فيه منكر الحديث۔ لهس كمن يقال فيه: روى احاديث منكرة۔ لان منكر الحديث وصف فى الرجل، يستحق به الترك لحديثه"[18]

جس شخص کے بارے میں کہا جائے کہ وہ 'منکر الحدیث' ہے، وہ اس شخص کی مانند نہیں جس کے بارے میں کہا جائے کہ اس نے منکر احادیث روایت کی ہیں۔ کیونکہ 'منکر الحدیث' کہنا خود اس شخص کی ذات کا ایسا وصف ہے جس کی بنا پر اس کی حدیث کو ترک کرنا لازم قرار پاتا ہے۔

منکر حدیث کو بنیاد بنا کر جلیل القدر صحابی کو مطعون کرنا کتنی بڑی جہالت ہے۔

علامہ شیخ البانیؒ لکھتے ہیں:

أخرجه البيهقي وقال: هذا منقطع. قلت: ومع انقطاعه ضعيف من أجل مجالد، وهو ابن سعيد، ليس بالقوي [19]

البانی کہتے ہیں کہ امام بیہقی نے کہا کہ یہ ایک تو "مجالد" کی وجہ سے منقطع ہے اور "ابنِ سعید" بھی قوی نہیں۔ دو علتیں مل جانے کی وجہ سے یہ روایت قبول نہیں کی جائے گی۔

مصنف عبد الرزاق میں ہے:

رواه عبد الرزاق في المصنف :عن قيس بن الربيع، عن أبي حصين، عن أبي عبد الرحمن السلمي قال: قال عمر بن الخطَّاب: لا تغالوا في مهور النساء۔[20]

قلت: وهو ضعيف، فيه علتان:

میں (عبد الرزاق) کہتا ہوں کہ اس میں بھی دو علتیں پائی جا رہی ہیں۔

أولاهما :الانقطاع بين أبي عبد الرحمن السلمي وعمر بن الخطَّاب. قال ابن معين: (لم يسمع من عمررضى الله عنه [21]

پہلے نمبر پر تو یہ کہ ابو عبد الرحمٰن اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے کیوں کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔

الثانية :ضعف قيس بن الربيع.

دوسری علت یہ ہے کہ سند میں قیس بن ربیع ضعیف راوی ہے۔

روایت کا متن کے حوالے سے تحقیقی جائزہ:

سندی حوالے سے جو دلائل دیئے گئے ہیں وہ اس واقعہ کی اصل تک پہنچنے کے لئے کفایت کریں گے۔ اب ایک اجمالی جائزہ متن کے حوالے سے لیتے ہیں۔ اور کچھ لوگوں نے امام ابنِ کثیرؒ کے حوالے سے واقعہ کو تقویت دینے کی کوشش کی ہے اور کہتے ہیں کہ ابنِ کثیر کا یہ کہنا "اسنادہ جید قویّ"[22] کے الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ یہ واقعہ مسلّم ہے۔ حالانکہ جو بات قابلِ توجہ ہے وہ حضرت

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا اس عورت کے ساتھ مکالمہ کے بعد رجوع والی بات ہے اور "کل الناس افقہ من عمر" کے الفاظ کی زیادتی ہے۔ جہاں تک بات حق مہر کی تحدید ہے اس بات تک تو واقعہ ثابت ہے کہ آپ نے مہر مقرر کر دیا تھا مگر بعد والا حصہ محلِ نظر ہے۔

شیخ الحوینی لکھتے ہیں:

وهذا لا يصح حتى يلج الجمل في سَم الخياط ،فليت الأحاديث الصحيحة تحشر في أذهان الناس كما حشرت هذه الحكايةولكن أنى يكون ذلك والذين تسودوا قمة المراكز العلمية لا يميزون بين الصحيح والضعيف ولا يستطيعون ؟ فالله المستعان على كل بلية۔[23]

اور یہ بات اس وقت تک درست نہیں ہو سکتی جب تک اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل نہ ہو جائے۔ کاش! صحیح احادیث بھی لوگوں کے ذہنوں میں اسی طرح بھر دی جاتیں جس طرح یہ حکایت بھر دی گئی ہے۔ لیکن یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے، جبکہ وہ لوگ جو علمی مراکز کی بلند چوٹیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں صحیح اور ضعیف کے درمیان تمیز ہی نہیں کر سکتے اور نہ ہی اس کی قدرت رکھتے ہیں؟ پس ہر مصیبت کے مقابلے میں اللہ ہی مدد گار ہے۔

ابراہیم العتیق کہتے ہیں:[24]

واما نكارتها من ناحية المتن، فقد ثبت عن عمر بن خطاب رضى الله عنه انه لم يرجع عن قوله،فقد اخرج ابو داؤد "حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي الْعَجْفَاءِ السُّلَمِيِّ، قَالَ: خَطَبَنَا عُمَرُرَحِمَهُ اللَّهُ، فَقَالَ: أَلَا لَا تُغَالُوا بِصُدُقِ النِّسَاءِ، فَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا أَوْ تَقْوَى عِنْدَ اللَّهِ لَكَانَ أَوْلَاكُمْ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا أَصْدَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ، وَلَا أُصْدِقَتِ امْرَأَةٌ مِنْ بَنَاتِهِ أَكْثَرَ مِنْ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَّةً"[25]

(ابو العجفاء السلمی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا اور کہا: "خبر دار! عورتوں کے سلسلے میں بھاری بھاری مہر مت باندھا کرو، اگر یہ چیز دنیا میں عزت اور اللہ کے ہاں تقویٰ کا ثبوت ہوتی تو اس میں نبی ﷺ سب سے بڑھ کر ہوتے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی کسی بیوی اور اپنی صاحبزادیوں میں سے کسی کو بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر نہیں دیا)

روایت کے متن میں "کل الناس افقہ من عمر" کے الفاظ نہیں ہیں اور اس کی سند صحیح ہے۔

اور جہاں تک متن کے اعتبار سے اس کے منکر ہونے کا تعلق ہے تو یہ بات ثابت ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول سے رجوع نہیں کیا۔ یعنی متن میں کچھ حصہ گھڑا گیا اور جنھوں نے گھڑا ان کے احوال پر مفصل بات اوپر ہو چکی ہے۔

التزامی جواب:

علامہ آلوسیؒ { وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙوَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ۭ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا}[26] کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ قنطار مہر باندھنا جائز ہے مثلاً "کوئی کہے کہ شخص تمہارے بیٹے کو قتل کر دے پھر بھی تم اس کو معاف کر دینا اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ اس کو قتل کرنا اگر فلاں شخص تمہارے بیٹے کو جائز ہے اس طرح یہاں فرمایا کہ اگر تم عورت کو قنطار دو پھر بھی اس سے واپس نہ لینا۔ اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ قنطار مہر باندھنا جائز ہے۔[27]

علامہ غلام رسول سعیدیؒ نے شیعہ کے اعتراض کا جواب یہ دیا ہے ہ خلیفہ کے لئے عالمِ کل ہونا لازم نہیں ہے۔ اور پھر اس بات کی تائید میں صحیح بخاری کی روایت لے کر آئے ہیں۔ پہلے روایت ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، قَالَ : أُتِيَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِزَنَادِقَةٍ ، فَأَحْرَقَهُمْ ، فَبَلَغَ ذَلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ ، فَقَالَ : لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أُحْرِقْهُمْ ، لِنَهْيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللَّهِ ، وَلَقَتَلْتُهُمْ ، لِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ۔[28]

علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ بے دین لوگ لائے گئے۔ آپ نے ان کو جلوا دیا۔ یہ خبر ابن عباس رضی اللہ عنہما کو پہنچی تو انہوں نے کہا اگر میں حاکم ہوتا تو ان کو کبھی نہ جلواتا (دوسری طرح سے سزا دیتا) کیونکہ آنحضرت ﷺ نے آگ میں جلانے سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا آگ اللہ کا عذاب ہے تم اللہ کے عذاب سے کسی کو مت عذاب دو میں ان کو قتل کر واڈالتا کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اسلام سے پھر جائے اس کو قتل کر ڈالو۔

اس روایت کو بنظرِ غائر دیکھا جائے تو بظاہر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے خلاف عمل کیا ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے قتل کرنے کا حکم دیا تھا نہ کہ جلانے کا۔ تو کیا اب اس روایت کو بنیاد بنا کر سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (معاذ اللہ) خلافت کا اہل نہ سمجھا جائے؟ جواب وہی احباب عنایت کریں جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ جو جواب ان کا وہی جواب ہمارا۔

حالانکہ امام بغویؒ نے مندرجہ بالا بخاری کی روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ جب یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچی کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنھما نے کہا ہے کہ میں ہوتا تو ان کو نہ جلاتا بلکہ قتل کر دیتا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنھما نے سچ فرمایا اور تمام اہلِ علم کا اسی پر عمل ہے کہ مرتد کو قتل کیا جائے گا۔[29]

مندرجہ بالا سیاق وسباق کے حوالے سے دیکھا جائے تو اہلِ علم کا عمل رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق رہا ہے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بظاہر نہ تو فرمانِ رسالت کے مطابق عمل کیا اور نہ ہی اہلِ علم کے مطابق عمل کیا۔ حالانکہ ہمارے (اہلِ سنت) کے نزدیک یہ امر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات کو مطعون نہیں کرتا اور نہ ہی آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر حرف آنے پر دال ہے۔ تو اہلِ تشیع حضرات کو بھی تعصب اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر جناب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ کی ذات پر طعن نہیں کرنا چاہیے جن کی سیرت و کردار کا باب روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔

اس طرح کے بیسیوں واقعات ہیں جو اس بات پر شاہد ہیں کہ کسی بات سے بالفرض رجوع کر بھی لیا جائے تو بھی راجع (رجوع کرنے والا) کی عظمت وشان کی منافی نہیں ہیں۔ ایک مزید واقعہ ملاحظہ فرمائیں جو کہ حضرت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے۔

حدثنا أبو كُرَيْبٍ، قال: ثنا وكيع،وحدثنا ابن وكيع ، قال: ثنا أبي، عن أبي مَعْشَرٍ ، عن محمد بن كعب ، قال : سأل رجل عليا عن مسألة ، فقال فيها ، فقال الرجل : ليس هكذا ، ولكن كذا وكذا . قال علی : أصبتَ وأخطأتُ "وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ"[30]

علامہ ابنِ جریر نے اپنی سند کے ساتھ روایت کا ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سے کوئی مسئلہ دریافت کیا ، آپ نے اس کا جواب دیا، اس شخص نے کہا یہ مسئلہ اس طرح نہیں اس طرح ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نے فرمایا تم نے درست کہا اور میں نے خطا کی "وفوق کل ذی علم علیم" اور ہر علم والے سے زیادہ علم والا ہے۔

اب اگر اس اثر کو دیکھا جائے تو معلوم ہوا کہ کسی ایک مسئلہ کا علم نہ ہونا خلافت کے منافی نہیں اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظمت ہے کہ انہوں نے حدیث کے سامنے ہونے کے بعد اپنے موقف سے رجوع کر لیا۔ تو یہ بات قابلِ صد تحسین ہوتی ہے کہ کوئی وسعتِ قلبی اور مفاہمت و اعلی ظرفی کا مظاہرہ کرے۔ تاریخ میں انبیاء علیہم السلام کے واقعات ملتے ہیں جس میں انہوں نے کچھ باتوں سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ پھر بھی وہ نبوت و حاکمیت کے مصداق ہی ٹھہرے رہے جیسا کی حضرت سلیمان علیہ السلام جو کہ نبی بھی ہیں اور بادشاہ بھی ہیں ان کے بارے میں اہلِ تشیع کی کتب میں موجود ہے اور اس واقعہ کی نسبت بھی جناب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی کرتے ہیں۔ واقعہ ملاحظہ کیجیے:

عن جعفر الصادق :ثم قالت النملة: أنت أكبر أم أبوك داود؟ قال سليمان: بل أبي داود، قالت النملة: فلم زيد في حروف اسمك حرف على حروف اسم أبيك داود؟ قال سليمان: مالي بهذا علم، قالت النملة: لأن أباك داود داوى جرحه بود فسمي داود، وأنت يا سليمان أرجو أن تلحق بأبيك. ثم قالت النملة: هل تدري لم سخرت لك الريح من بين سائر المملكة؟ قال سليمان: مالي بهذا علم، قالت النملة: يعني بذلك: لو سخرت لك جميع المملكة كما سخرت لك هذه الريح لكان زوالها من يدك كزوال الريح، فحينئذ تبسم ضاحكا من قولها۔[31]

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

پھر چیونٹی نے کہا: کیا تم بڑے ہو یا تمہارے والد حضرت داؤد؟

حضرت سلیمان نے کہا: بلکہ میرے والد داؤد بڑے ہیں۔

چیونٹی نے کہا: پھر تمہارے نام کے حروف تمہارے والد داؤد کے نام کے حروف سے ایک زیادہ کیوں ہیں؟

حضرت سلیمان نے کہا: مجھے اس کا علم نہیں۔

چیونٹی نے کہا: اس لیے کہ تمہارے والد داؤد نے اپنے زخم کو محبت کے ساتھ ٹھیک کیا (یا زخم کا مداوا کیا)، اسی وجہ سے ان کا نام داؤد رکھا گیا۔ اور اے سلیمان! مجھے امید ہے کہ تم بھی اپنے والد کے مرتبے کو پہنچو گے۔

پھر چیونٹی نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ ساری مملکت میں سے ہوا کو خاص طور پر تمہارے لیے کیوں مسخر کیا گیا؟ حضرت سلیمان نے کہا: مجھے اس کا علم نہیں۔

چیونٹی نے کہا: اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارے لیے پوری مملکت اسی طرح مسخر کر دی جاتی جیسے یہ ہوا مسخر کی گئی ہے، تو وہ تمہارے ہاتھ سے اسی طرح زائل ہو جاتی جیسے ہوا زائل ہو جاتی ہے۔

یہ سن کر حضرت سلیمان اس کی بات پر مسکرا کر ہنس پڑے"

اس واقعہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے لاعلمی کا اظہار کیا کہ مجھے نہیں علم کہ میرے نام کے حروف میرے باپ (سلیمان علیہ السلام) کے حروف سے زائد کیوں ہیں؟ تو یہ لاعلمی کا اظہار کرنا ان کی کسرِ شان نہیں ٹھہرتی۔ ایسے ہی بالفرض صحت کی صورت اگر کوئی شخص اسے صحیح بھی مان لے تو بھی اس میں حضرت عمرؓ پر کوئی اعتراض نہیں بنتا، بلکہ یہ ان کی فضیلت ہے، کیونکہ ان کی رائے قرآن و سنت کے عمومی مزاج کے مطابق تھی کہ نکاح میں آسانی اور مہر میں اعتدال ہونا چاہیے۔ احادیث میں بھی کم مہر کو پسندیدہ بھی بتایا گیا ہے، جیسے نکاح کو آسان بنانے کی ترغیب۔ اس امر سے متعلقہ تفصیلی بحث اوپر گزر چکی ہے۔ یہ ایک علمی اصول ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجتہاد کرتے تھے، اور اگر کوئی رائے بعد میں نص سے مختلف معلوم ہو تو وہ فوراً رجوع کر لیتے تھے۔ یہ دراصل ان کی علمی دیانت کی علامت ہے نہ کہ نقص و عیب۔

نتائج:

تحقیقی دائرہ کار کے حوالے سے مؤثر اور معتبر دلائل سے جو کہ روایت کی اسناد اور متن کے بارے لائے گئے ان کے پیشِ نظر یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ذات پر حق مہر کی تحدید کے حوالے سے جو روایت ہے اور سندی اعتبار سے قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ اور اس روایت و واقعہ کو بنیاد بنا کر امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جو کہ جلیل القدر صحابیِ رسول ہیں اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، کی ذات کو مطعون نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی یہ روایت اس درجے کی ہے کہ اس کو قابلِ اعتنا سمجھا جائے۔

حوالہ جات:

[1] سورہ النساء(04)04

[2] ایضاً(20)

[3] البیہقی، امام ابو بکر، بن احمد بن الحسین، (بیروت: دار الکتب العلمیہ۔2003ء) کتاب الصداق، باب النکاح ینعقد بغیر مھر، حیث #14336-

[4] آلوسی۔ ابو الفضل، شہاب الدین السید، محمود بغدادی، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1994ء) ج2، ص453۔

[5] ابنِ کثیر، الامام، الحافظ ابی الفداء اسماعیل بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم (بیروت لبنان: المکتبۃ العصریہ، 2011ء) ج1، ص413-
عینی، امام، العلامہ بدرالدین محمود بن احمد، عمدۃ القاری، (بیروت لبنان: دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع۔2005ء) کتاب النکاح، باب قول اللہ تعالیٰ "واٰتوا النساء صدقاتھن نحلہ" حدیث #5147۔

[6] یوسف بن محمد بن ابراہیم العتیق، قصص لا تثبت (السعودیہ: دار اصمیعی لنشر والتوزیع، 1995ء)

[7] شیخ الاسلام، تقي الدين، أبو العباس، محمد ابن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي، (سعودیہ: جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية، 1987ء)

[8] ابنِ کثیر، ، تفسیر القرآن العظیم (بیروت لبنان: المکتبۃ العصریہ، 2011ء) ج1، ص413-

[9] کتاب عقائد السنہ۔ وعقائد الشعیہ، (بیروت لبنان: 2021ء) ص56۔

[10] طالع رسالۃ "القول المعتبر فی تحقیق روایۃ کل احد افقہ من عمر (ریاض سعودیہ: دار الرایہ للنشر والتوزیع 1989)، ص20-38۔

[11] نووی، علامہ یحیٰ شرف، تقریب النواوی مع التدریب الراوی، (مدینہ منورہ: مکتبہ علمیہ، 1392ھ) ج1، ص208۔

[12] البیہقی، کتاب الصداق، باب النکاح ینعقد بغیر مھر، حیث #14336۔

[13] ابنِ جوزی، أبو الفرج، جمال الدين عبد الرحمن بن علي بن محمد، الضعفاء والمتروکون (بیروت لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1407ھ) ج3، ص35۔

[14] عسقلانی، ابو الفضل، حافظ احمد بن علی بن حجر، شرح نخبۃ الفکر (کراچی: رحیم اکیڈمی س ن) ص51-52۔

[15] عسقلانی، شرح نخبۃ الفکر (ملتان: رحیم اکیڈمی س ن) ص52۔

[16] ابنِ جوزی، الضعفاء والمتروکون، ج3۔ ص19۔

[17] عسقلانی، شرح نخبۃ الفکر (کراچی: مطبوعہ رحیم اکیڈمی س ن) ص56۔

[18] الزيلعي ، أبو محمد، جمال الدين عبد اللہ بن يوسف بن محمد، نصب الراية لأحاديث الهداية مع حاشيته بغية الألمعي في تخريج الزيلعي (جدہ سعودیہ: دار القبلۃ للثقافۃ الإسلامیۃ۔1997ء) ج1، ص179۔

[19] البانی۔ محمد ناصر الدين، إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل، (بیروت لبنان: المكتب الإسلامي 1985ء) ج6، ص348۔

[20] أبو بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني، المصنف، (بیروت لبنان: المجلس العلمي-الهند، توزيع المكتب الإسلامي، 1983ء) ج6، ص180۔

[21] العلائی، أبو سعيد، صلاح الدين خليل بن كيكلدي بن عبد اللہ الدمشقي، جامع التحصيل في أحكام المراسيل، (بیروت لبنان: عالم الکتب، 1986ء) ص208۔

[22] ابنِ کثیر، الامام، تفسیر القرآن العظیم (بیروت لبنان: المکتبۃ العصریہ، 2011ء) ج1، ص413-

[23] ابو اسحاق الحوینی الاثری، الانشراح فی آداب النکاح، (بیروت لبنان: دار الکتاب العربی، 1987ء) ص35۔

[24] [24] یوسف بن محمد بن ابراہیم العتیق، قصص لا تثبت (السعودیہ: دار اصمیعی لنشر والتوزیع، 1995ء) ج01، ص30

[25] ابو داود سلیمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني، ابو داؤد، (القاہرہ: دار التاصیل، 2010ء) کتاب النکاح، باب مہر النساء، حدیث #2106۔

[26] سورۃ النساء(04)20

[27] آلوسی۔ ابو الفضل، شہاب الدین السید، محمود بغدادی، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1994ء) ج2، ص453۔

[28] بخاري، ابو عبد اللہ، محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، (القاہرہ: دار ابن حزم۔2010ء) کتاب استتابۃ المرتدین، باب حکم المرتد والمرتدۃ واستتابتھم، حدیث #6922۔

[29] امام بغوی، أبو محمد، محيي السنة، الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوي الشافعي، شرح السنہ (دمشق: المكتب الإسلامي، 1983ء) ج5، ص431۔

[30] طبری۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن۔ (القاہرہ: لطباعۃ والنشر والتوزیع والاعلان، 2010ء) ج13، ص269۔

[31] ابو جعفر، محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی، علل الشرائع للشیخ الصدوق، (قم ایران: مطبعہ العلمیہ، 1367ھ) ج1، ص97۔